روہنگیا تنظیم کا خبر نامہ[1]

انگریزی سے ترجمہ از جناب آسی ضیائی صاحب

اراکان، برما کے مسلمانوں کا خبر نامہ

نوٹ :۔ شمارہ اوّل جلد پنجم، شائع شدہ اگست ۱۹۸۷ء ۔ آپ کو دسمبر میں مل رہا ہے تاہم اس سے اندازہ کر لیجیے کہ پلوں کے نیچے سے اور کتنا پانی اب تک گزر چکا ہوگا (ادارہ)

ناموسِ نسائیت پر حملہ

۲۴ / اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ۱۱ ½ بجے شب، تونگ بازار فوجی کیمپ، متعلقہ نمبر ۲۰ انفنٹری رجمنٹ، برانچ ۳ کے دو فوجی، بوتھی ڈونگ ٹاؤن شپ کے گاؤں ایکمائی میں ایک شخص عبدالرحیم کے گھر میں زبردستی گھس گئے۔ اور اُس کی بیوی ۲۶ سالہ عمر خاتون کی آبرو ریزی کی۔ جب پڑوس کے دیہاتیوں نے میاں اور بیوی کی چیخیں سُنیں تو اُنہوں نے گھر کو گھیر لیا اور ایک فوجی فوجی کو پکڑ لیا، مگر دوسرا جیسے تیسے نکل گیا۔ پھر مجرم کو تونگ بازار فوجی کیمپ کے حوالے کر دیا گیا۔ مگر بجائے اس کے کہ بدکاروں کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی، فوج کے افسر نے گاؤں کی کونسل کے بودھ چیئرمین ماونگ لون کی مدد سے گیارہ روہنگیا جوانوں کو گرفتار کر لیا کہ انہوں نے فوجیوں پر آبرو ریزی کا جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اگلے دن فوجیوں نے بہت سے اور دیہاتیوں کو بھی بُری طرح زدوکوب کیا۔ بعد افسروں نے گرفتار شدہ روہنگیا جوانوں

[1] شائع شدہ بہ اہتمام ڈاکٹر محمد یونس شعبہ نشر و اشاعت، روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن - اراکان - برما۔

پر اس قدر وحشیانہ تشدد کیا کہ اُن میں سے کئی مستقلاً اپاہج ہو گئے - پولیس تھانے میں بھی آبرو ریزی کی رپورٹ کی گئی مگر مجرم کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں بنایا گیا - ان روہنگیا جوانوں کو طویل عرصے تک بوتھی ڈونگ تھانے میں زیرِ حراست رکھا گیا ، جہاں ان پر مسلسل تشدد کیا جاتا رہا - اور پھر اُن کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا - سُنا ہے کہ اگست ۱۹۸۶ء کے پہلے ہفتے میں وہ ضمانت پر رہا ہوئے -

تشدد سے موت خوش حال روہنگیوں سے رقم اینٹھنے کے لیے برمی فوج ہمیشہ ان پر الزام لگاتی رہتی ہے کہ وہ زیرِ زمین مخالفِ حکومت تحریک کی باغیانہ سرگرمیوں سے تعلق رکھتے ہیں - ان پر اتنا تشدد کیا جاتا ہے کہ وہ اس ناقابلِ برداشت تعذیب سے خود کو چھڑانے کے لیے بھاری رقمیں دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں - ان میں سے ایک واقعہ حسب ذیل ہے :

۲۷ مئی ۱۹۸۶ء کو رات کے دو بجے ۵۵ انفنٹری رجمنٹ سے متعلق تونگ بازار فوجی کیمپ کے چار مسلح افراد ۳۰ سالہ نور احمد ولد عبد المنان مرحوم سکنہ موضع ایکمائی ، بوتھی ڈونگ ٹاؤن شپ کے گھر میں گھس گئے ، اُسے پکڑ کر بُری طرح پیٹا ، پھر اُسے تونگ بازار فوجی کیمپ لے گئے جہاں اُس پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا کہ وہ پچھلے پانچ سال سے ایک باغی گروپ کی خدمت بطور ڈاکٹر کر رہا ہے - پھر اس پر اس بے رحمی سے تشدد کیا گیا کہ اس کے منہ ، ناک اور کانوں سے بے تحاشا خون جاری ہو گیا ، جس سے وہ بے ہوش ہو گیا - ہوش آنے پر وہ پھر وحشی برمی سپاہیوں کا تختۂ مشق بنا - نور احمد اتنا غریب تھا کہ خود کو جنگلی برمی فوج سے فدیہ دے کر چھڑا نہ سکتا تھا - تب اُس پر مسلسل پانچ دن تونگ بازار اور بوتھی ڈونگ فوجی کیمپوں میں تشدد کیا جاتا رہا کہ وہ اعتراف کر لے کہ وہ باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث تھا - اور ان چند روہنگیوں کے نام بتا دے جن کے متعلق فوجی ٹاؤٹوں نے رپورٹ دی تھی کہ ان کا تعلق باغیوں سے ہے ، لیکن اتنی شدید تعذیب سہنے کے باوجود بے گناہ نور احمد نے نہ تو باغیوں سے تعلق رکھنے کا اعتراف کیا اور نہ کسی کا نام لیا کہ وہ باغیوں کا حامی ہے - بعد میں وہ زخموں کی تاب نہ لا کر یکم جون ۱۹۸۶ء کو دس بجے صبح چل بسا - فوجی افسر ، کپتان آئے لون ، ۵۵ انفنٹری رجمنٹ نے اُس کی میّت بوتھی ڈونگ ہسپتال بھجوائی اور ٹاؤن شپ کے ایک بدھ میڈیکل آفیسر سے پوسٹ مارٹم کرا کر تصدیق حاصل کی کہ

نور احمد پیٹ کی بیماری سے مرا ہے۔ فوج نے پہلے تو نور احمد کی میت چھپانے کی کوشش کی، مگر پھر اس کے رشتہ داروں سے دستخط لے کر، کہ وہ محض پیٹ کی بیماری سے مرا ہے میت کو نماز جنازہ اور تدفین کے لیے ان کے حوالے کیا۔ کپتان آئے لون نے مرحوم کی بیوہ ہزارہ خاتون اور بیوہ کے باپ سے بھی زبردستی دستخط لیے کہ نور احمد صرف پیٹ کی بیماری سے مرا ہے۔

ایک معصوم کنواری لڑکی کی مظلومیت

۳۰ جون ۱۹۸۰ء کو، عید کے دن فرونگ پھرو فوجی کیمپ کے دو برمی فوجی ایک ۵۵ سالہ شخص اخلاص میاں ساکنہ کلار بیل KULLARBEEL مونگ ڈاؤ ٹاؤن شپ، کے گھر میں رات کے بارہ بجے گھس گئے اور اس کی کنواری ۱۸ سالہ بیٹی کی، بہ نوکِ سنگین، آبروریزی کی۔ جب گھر میں سے شور و ہنگامہ سنائی دیا تو گاؤں والے گھر کے گرد جمع ہو گئے اور دونوں بدکاروں کو پکڑ لیا۔ اور پھر ان کو فرونگ پھرو فوجی کیمپ کے حوالے کر دیا، اور ان کے اسلحہ چھین کر مونگ ڈاؤ پولیس تھانے میں جمع کرا دیے۔ مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے پولیس نے دیہی کونسل کلار بیل مونگ ڈاؤ ٹاؤن شپ کے سیکرٹری امام حسین اور دو اور دیہاتیوں مولوی نذیر احمد اور محمد سعید کو گرفتار کر لیا۔

ڈکیتی

۲ جولائی ۱۹۸۰ء کو آدھی رات کے وقت ماٹرولا پولیس چوکی کے تین پولیس والے گاؤں کے تین غنڈوں کے ہمراہ مونگ داؤ ٹاؤن شپ کے گاؤں گورا کھالی کے ایک شخص عبدالحکیم کے گھر میں زبردستی گھس گئے۔ اور گھر والوں کو بُری طرح زدوکوب کرنے کے بعد تقریباً دس ہزار ڈالر مالیت کا قیمتی سامان لوٹ لیا۔ چیخنے اور مارپیٹ کا شور سن کر گاؤں والے گھر کے گرد جمع ہو گئے۔ دو پولیس والے اور وہ تینوں غنڈے تو نکل بھاگے، مگر ایک پولیس والا رنگے ہاتھوں غضب ناک گاؤں والوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پھر اس مجرم کو قریبی فوجی کیمپ میں دے دیا گیا۔ اگلے دن ماٹرولا پولیس چوکی کی کچھ پولیس نفری کے ساتھ ٹاؤن شپ کونسل کے کچھ ممبر اس گاؤں میں گئے اور لگے دیہاتیوں کو مارنے پیٹنے۔ انہوں نے اس گاؤں کی کونسل کے مسلمان چیئرمین کے گھر پر بھی فائر کیے۔ کیونکہ اسی نے مجرم کو فوج کے حوالے کیا تھا۔ اس ڈکیتی کی رپٹ مونگ ڈاؤ تھانے میں درج کرائی گئی۔ مگر مجرموں کے خلاف کارروائی کرنے کے بجائے حکام نے کئی دیہاتیوں پر مقدمے دائر کر دیے۔

مسلم خواتین سے کھیت بیگار برمی بنانے کی پالیسی کے تحت برمی حکام اراکان میں بسنے والے روہنگیا مسلمانوں کی ثقافت اور روایات بدل ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مزید برآں، کم سن مسلمان طالبات کو، اُن کے والدین کے پُرزور اعتراض کے باوجود، دھان کے کھیتوں میں مرد مزدوروں کے ساتھ کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ۱۱ جولائی ۱۹۸۷ء کو مونگ ڈاؤ ٹاؤن شپ کے گاؤں ناگونا کی کچھ روہنگیا عورتوں اور کچھ اسکولوں کی لڑکیوں کو زبردستی گھروں سے نکال کر مرد مزدوروں کے ساتھ دھان کے کھیتوں میں کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔

قتلِ بے محابا مانو میاں ولد عبدالکریم اور فوک وتا ولد اصغر علی ساکنہ کونہ پاڑا، مونگ ڈاؤ ٹاؤن شپ اسی گاؤں کے ڈیم میں ماہی گیری کرتے تھے۔ ساتھ کے ساتھ وہ اس ڈیم پر کام بھی کرتے تھے اور اس کی دیکھ بھال بھی۔ ۱۵ جولائی ۱۹۸۷ء کو کیان ڈان (آلی تھنکیا) فوجی کیمپ کے دو مسلح افراد نے اُن کی دن بھر کی مشقت سے پکڑی ہوئی تمام مچھلیاں چھین لینی چاہیں۔ جب ان غریبوں نے مزاحمت کی تو وہیں ۴½ بجے شام آٹومیٹک رائفل سے دونوں کو گولی مار دی گئی۔ بعد میں دونوں کی نعشیں مونگ ڈاؤ تھانے میں ان کے رشتہ داروں نے پہنچا دیں اور قاتلوں کے خلاف رپورٹ درج کرا دی۔ مگر قاتلوں کے خلاف مناسب کارروائی تو درکنار، اُلٹا اُن رشتہ داروں کو نعشیں تدفین کرانے کی خاطر واپس لینے کے لیے پولیس حکام کو خاصی رقم بھرنی پڑی۔